غرض ادائے نیاز است ورنہ حاجت نیست   کمال حشمت محمود را بعجز ایاز

مہرِ منیر

سوانح حیات

فانی فی اللہ باقی باللہ آیت من آیات اللہ

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

گولڑہ شریف۔ ضلع اسلام آباد



تالیف

علامہ فیض احمد فیض، گولڑہ شریف



باجازت

جناب سید غلام محی الدین گیلانی قدس سرہٗ

مسند آرائے آستانہ عالیہ غوثیہ، گولڑہ شریف

باہتمام

جناب سید پیر غلام معین الدین شاہ صاحب و سید پیر شاہ عبدالحق شاہ صاحب مد ظلہ العالی

سجادہ نشین درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

جلد دوم میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی طرف بھی منسوب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے حضرت (مرزا صاحب) کے ایک مرید نے قادیان پہنچ کر بیان کیا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف نے قادیان کی طرف مُنہ کر کے اپنی قبا کے بند کھول دیئے۔ اور فرمایا کہ مجھے قادیان کی طرف سے عشقِ الٰہی کی ٹھنڈی ہوا آرہی ہے (فلاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلیّ العظیم)

قادیانی دعوت نامہ اور حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کا جواب

مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ اُن کے پیرو مولوی عبد الکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا۔ دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروجِ اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری اعانت کریں۔ حضرتؒ نے جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا۔ آپ اپنی توجہ حسبِ سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغِ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

مشائخ طریقت کو چیلنج

مرزا صاحب عوام الناس پر مشائخ طریقت اور سجادہ نشینوں کے ہمہ گیر اثر سے بخوبی واقف تھے اس لیے اُن کی انتہائی کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح کوئی درویش صفت اور سادہ لوح گدی نشین، اُن کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوجائے اور اُن کے مشن کو تقویت پہنچے لیکن اس میں اُن کو کامیابی نہ ہوئی۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں تک ایمان و عقائد کا تعلق ہے بزرگانِ دین کی کم علم اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتی ہے۔ اس لیے جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو ایام الصلح میں مرزا صاحب نے مشائخ پر بہ طریق ذیل اپنا غُبار نکالا:-

"ایں وقت زیرِ سقفِ نیلگوں ہیچ متنفّس قدرت ندارد کہ لافِ برابری با من زند۔ من آشکارے گویم و ہرگز باک ندارم اے اہالیانِ اسلام۔ در میانِ شما جماعتے می باشند کہ گردن بہ دعویٰ محدثیت و مفسریت برمے فرازند وطائفہ اند کہ از نازش او بپا بر زمین نگذارند وگروہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سُہروردی وچہا چہا مے گویند۔ ایں مجملہ طوائف را نزد من بیارید۔"

یعنی اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو۔ تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہِ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں۔ اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سُہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ۔

شمس الہدایت کا طلوع

جب مرزا صاحب اور اُن کے نئے مذہب کا زیادہ چرچا ہوا اور ظاہر بین لوگ متاثر ہونے لگے تو علماء کی درخواست پر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ اس طرف متوجہ ہوئے اور باطنی ارشادات کی تعمیل میں سنہ ۱۳۱۷ھ یعنی سنہ ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء ماہ شعبان و رمضان المبارک میں اوراد و اشغال روزمرہ سے کچھ وقت بچا کر ایک رسالہ بعنوان "شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح" منشی عبد الجبار کاتب اخبار

اور ...... جو میرے کہنے پر سورۂ فاتحہ کی تفسیر نہیں لکھے گا اس کے کاذب ہونے کے لیے کسی اور دلیل کی حاجت نہ ہوگی۔" وغیرہ وغیرہ

حضرتؒ کی ذاتِ گرامی پر اس نئی مبارز طلبی کا ردِ عمل

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی پر اس نئے چیلنج کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا۔ آپ کی ذاتِ مقدس کا اولیائے کبار کی اُس برگزیدہ جماعت سے تعلق تھا جنہیں دائمی مشاہدۂ ذات کے باعث اُس شغل میں معمولی سا خلل حتیٰ کہ کبھی درس و تدریس کی طرف توجہ بھی گراں گزرتی ہے۔ آپ کے ملفوظاتِ طیبات میں اسی انداز کا واقعہ درج ہے کہ ایک روز حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ جب انہیں فرمانِ الٰہی نے ارشادِ طالبین پر مامور فرمایا تو غش کھا کر گر پڑے۔ جس پر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ملائکہ سے خطاب فرمایا رُدُّوْا عَبْدِیْ اِلَیَّ (ہمارے بندے کو ہماری طرف واپس لاؤ) ایسے ہم سے ایک پل کی جدائی بھی گوارا نہیں۔ ایسی صورت میں بھلا ان ذاتی تعلقیوں کو جن سے نہ دین کا فائدہ متصور تھا نہ دنیا کا آپ اپنے اوقاتِ شریفہ میں مخل انداز ہونے کی کیسے اجازت دے سکتے تھے؟ "سیفِ چشتیائی" میں مرزا صاحب کے ایک اشتہار کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "مجھ کو اپنے اوقاتِ عزیز کی تضیع پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو رہی ہے۔ نہایت رنج و افسوس ہوتا ہے مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کر رکھا ہے۔"

حضرت بابوجی قبلہ مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت دیوان سید محمد پاک پتن شریف کے اصرار پر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن پھر یہ کہہ کر دیوان صاحب سے معذرت خواہ ہوئے کہ میرے خیال تفسیر نویسی پر میرے قلب پر معانی و مضامین کی اس قدر بارش شروع ہو گئی ہے جسے ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے ایک عمر درکار ہوگی۔ اور کوئی اور کام نہ ہو سکے گا۔

"سیفِ چشتیائی"

چنانچہ مرزا صاحب نے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کے ستر دن بعد "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر شائع کی جب یہ تفسیر عربی دان طبقہ کے ہاتھوں میں پہنچی تو مرزا صاحب کے تفسیری کمالات سب کے سامنے آگئے۔ اور عربی دانی و عربی نویسی کے بلند بانگ دعاوی کی اصلیت سب پر روشن ہو گئی۔ اس تفسیر کی زبان محاورہ سے محروم، لغوی اور نحوی اغلاط سے مملو اور سرقہ جات سے پُر تھی۔ "فی سبعین یومًا من شهر الصیام" پر تو طلباء نے بھی آوازے کسے کہ قادیان کا رمضان شریف ستر دنوں کا ہوتا ہے۔ حسبِ معمول یہ تفسیری کارنامہ بھی محض مفسر کی اپنی ذات کے اشتہار تک ہی محدود تھا۔ علمی انکشافات اور عرفانی اسرار کے نادر نمونہ جات اگر کوئی تھے تو یہ کہ "یوم الدین" مسیح موعود کے زمانہ کا نام ہے اور "الحمد للہ" سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جو وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ فرمایا ہے تو اس سے دو احمد مراد ہیں۔ احمد اول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد آخر مرزا غلام احمد قادیانی۔ حالانکہ مرزا صاحب کی اپنی اُمت یہ کہہ رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی احمد نہیں تھا۔

"اعجاز المسیح" کی پیش گوئی کے ان ستر دنوں میں مصر کے ایک اخبار نے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کا مضحکہ اڑایا تھا کہ عربی

بُود آں بحرِ علومِ ظاہری و باطنی — صاحبِ علم و عمل صوفی و عالی خانداں
از وجودش گو ازاں گلزار بُوده سربسر — بہرِ گل چیدن ز ہر سُو خلق گرد آمد دراں
آه آں گلزارِ زیب گشت پامالِ خزاں — باغ چوں رونق پذیرد گر نماند باغباں
جامۂ خود چاک کرده غنچہ از رنجِ دروں — بید بر خود مے کند لرزه میانِ بوستاں
ہست نیلوفر بغم نیل پیراہن زده — بسکہ بارِ ہجرِ اُو را ساخت بے تاب و تواں

صابر از بہرِ وصالِ شاں بگو آمد ندا
بے ضیا مانده جہاں چوں مہرِ عالم شد نہاں

۱۹۳۷ء ۱۳۵۶ھ

راقم الحروف (مؤلف) کی استخراج کرده تاریخِ وصال: تُوُفِّیَ وَدُوْدُ اللّٰہِ مُجَدِّدُ طَرِیْقَتِہٖ یعنی اللہ کا دوست طریقۂ عالیہ کا مجدد فوت ہوا قبل ازیں بھی تحریر ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ رام پور، لکھنؤ، دہلی وغیرہ کے عقیدت مندوں کے مرثیہ جات و تاریخ ہائے وصال بخوفِ طوالت درج نہیں ہو سکے۔

عرض کیا کہ میں معمولی مُلّا ہُوں۔ موٹے موٹے مسائل جانتا ہُوں۔ ان باریکیوں کو میں نہیں جانتا۔" اور یہ کہتے ہُوئے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ میں نے اور حافظ فضل کریم نے بٹھانا چاہا۔ مگر مولوی صاحب نہ رُکے اور تیزی سے باہر نِکل گئے۔[ل]

حضرتؒ کے مُریدین میں سے ایک مشہور اور محقق عالم مولینا غلام محمود صاحب (پپلاں ضلع میانوالی) نے مسائل علم غیب اور ندائے یا رسول اللہ وغیرہ پر ایک رسالہ "نجم الرحمٰن" تحریر فرمایا تھا جس میں مولوی حسین علی صاحب کے مسلک کی نہایت مدلّل تردید کی تھی اس رسالہ کی ابتداء میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق تین مذاہب کا ذکر کیا ہے جن میں سے حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح افضل الخلق ہیں اسی طرح اعلم الخلق بھی ہیں یعنی ساری مخلوقات سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ حضرتؒ علم غیب ذاتی و محیط کی نفی کے ساتھ قائلین علم ماکان و مایکون کی تکفیر اور تشنیع کے سخت خلاف تھے اور مولوی حسین علی صاحب سے مناظرہ کا مقصد بھی اسی تشدد کی تردید تھی۔ چونکہ اس واقعہ کو مولوی صاحب کی پارٹی نے بعض رسائل اور کتابوں میں توڑ موڑ کر بیان کیا ہے اس لیے یہاں قدرے تفصیل کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ویسے بھی یہ واقعہ مشہور عام ہے اور اب بھی بہت سے افراد ایسے موجود ہیں جنہوں نے بچشم خود اس کا مشاہدہ کیا۔ مسائل مذکورہ پر حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ کا مسلک آئندہ ابواب میں تفصیلاً پیش کیا جائے گا۔

تاویلِ قرآن پر اعتراض کا جواب

وزیر آباد کے ایک غیر مقلد مولوی صاحب جو نابینا تھے اور علم کا بڑا دعویٰ رکھتے تھے زیارت مولینا نظام الدین صاحب راولپنڈی پر بغرض مُلاقات حضرتؒ کی مجلس میں حاضر ہُوئے اور کہنے لگے "پیر صاحبؒ! میرے چند سوال ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جواب

ل حضرتؒ کی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان و مایکون کے قائلین آپ کے نزدیک اگر مسلمان ہیں تو نزاع ہی نہیں اور اگر کافر ہیں تو کفر ایمان کی ضد ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق چھ قسم کی ہے جن میں سے ایمان شرعی میں فقط ایک قسم مقبول ہے اور باقی مردود ہیں۔ ان اقسام کی تفصیل بیان کرتے ہُوئے بتائیں کہ قائلین علم ماکان و مایکون میں کونسی قسم نہیں پائی جاتی اور آپ میں وُہ قسم موجود ہے جس کی بناء پر آپ انہیں کافر کہتے ہیں۔ حضرتؒ نے آیت مندرجہ بالا قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ (الخ) اور اس کے معارض آیات عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ وغیرہ بھی تلاوت فرمائیں۔

جامعہ غوثیہ کے سابق صدر مدرس مولینا محبّ النبی صاحب کا بیان ہے کہ تصدیق کے اقسام ستہ بعد میں بعض متوسلین کی درخواست پر آپ نے حسب ذیل بیان فرمائے تھے جن کا ماخذ حضرت شیخ اکبرؒ کی تصنیفات "فتوحات مکیہ" وغیرہ ہیں:-

(۱) تصدیق بذاتہٖ یعنی کسی صفت یا دلیل کے بغیر مان لینا (۲) تصدیق بنعتِ ذاتہٖ، مثلاً وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ میں صفت خلق کی وجہ سے تصدیق ہُوئی (۳) تصدیق بحالہٖ۔ مثلاً ایک تکلیف پیش آئی جو خدا کے نام لینے سے ٹل گئی۔ یا ایک حال پیدا ہو گیا جس میں دل خود بخود اپنے اس حال کی وجہ سے تصدیق کرنے لگا۔ (۴) تصدیق بربّہٖ: عالم کی پرورش اور ربوبیت عامہ کو دیکھ کر تصدیق (۵) تصدیق بنعت ربّہٖ: اُس کی ربوبیت خاصہ کو دیکھ کر تصدیق۔ ذاتی احسان کا خیال یا احسان کے زیرِ تجربہ آنے پر تصدیق (۶) تصدیق بامر ربّہٖ: اللہ کے حکم کی وجہ سے تصدیق۔ یہی تصدیق مقبول ہے۔ پہلی پانچوں جبری ہیں فقط چھٹی اختیاری ہے اور ایمان اختیاری ہی مقبول ہے۔ (رفیق)

دیتے وقت قرآن کے معانی میں تاویل سے کام نہ لیں۔ کیونکہ میں سُنتا ہوں کہ آپؒ آیات کی تاویل کر دیا کرتے ہیں۔"

حضرتؒ نے فرمایا "مجھے منظور ہے بشرطیکہ آپ بھی اپنی اس شرط پر قائم رہیں۔" اور فرمایا "پہلے ذرا اس آیت کے معنی بیان کر دیں۔"

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۷۲)

(ترجمہ) جو اس دُنیا میں اندھا ہے وُہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور سخت گمراہ۔

حافظ صاحب چُپ چاپ اُٹھ گئے اور اُس روز سے اس نواح میں اُن کا نام ہی حافظ اعمیٰ پڑ گیا۔
